

قسط 2

"یار احمد سن ناں" ہاتھ میں موجود موبائل سکرین کو تارک کرتے اس نے خاموشی کو توڑا۔
 "ہوں بول" وہ جو تارک آسمان پر نگاہیں گاڑھے کسی سوچ میں غرق تھا غائب دماغی سے بولا۔
 "اوائے سن ناں یار، ادھر دیکھ" اب کہ اس نے کروٹ بدلی، اس کا رخ برابر کے بستر پر لیٹے وجود کی طرف تھا۔

"کانوں سے سنتا ہوں باپ میرے، آنکھوں کا استعمال میں دیکھنے کیلئے کرتا ہوں تمہاری طرح میرے
 پرزے آگے پیچھے نہیں ہیں۔ اب بول بھی" رخ موڑتے اچھا خاصا شرمندہ کرنے کی کوشش کی گئی جو
 ہمیشہ کی طرح ناکام ثابت ہوئی۔

"یار احمد گھر جانے کو دل کرتا ہے میرا" آنکھوں میں چمک لیے وہ گھرے نیلے ٹراؤزر شرٹ والا وجود
 گویا ہوا۔

"تیری وہ بات تو ٹھیک ہے، مگر گھر کی یاد آنے پر چہرے اداس ہو جایا کرتے ہیں۔ یہ کونسی یاد ہے
 جس میں تیری آنکھیں لالٹین ہوئی جاتی ہیں" اب کہ احمد نے ذرا غور سے اس کے چہرے کو دیکھتے
 اصل وجہ جانی چاہی۔

خوشخبری راکٹرز متوجہ ہوں

ہر لکھاری کا خواب ہوتا ہے کہ اس کی تحریر کتابی صورت میں بھی شائع ہو اور انکی کتاب بک شلف کی زینت بنے۔ آپ بھی ایک لکھاری ہیں اور اپنی تحریر کو کتابی شکل میں لانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ ہم آپ کی تحریر کو بہت کم ٹائم اور بہت مناسب قیمت میں آپ کی خواہش کے مطابق بہت عمدہ اور معیاری کوالٹی میں کتابی صورت میں شائع کرنے میں آپ کی مدد کریں گے۔ مزید معلومات کے لئے نیچے دئے گئے ایڈریس پر ابھی رابطہ کریں۔

Prime Urdu Novels Publications

Whatsapp : 03335586927

Email : aatish2kx@gmail.com

"ٹھنڈی ہی ماریں جب بھی ماریں، تیرے بارے میں کہا جاتا ہے کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔ او بھائی! تو نا، جگت نہ ہی مارا کر" انتہائی تپ کر کہا گیا تو احمد مسکرانے لگا۔

"تیرے فیصل آبادی ہونے پر سارا فیصل آباد شرمندہ ہے جگتی صاحب" تعریف میں کہے الفاظ میں اضافہ کرتا وہ رخ موڑے آسمان کو دیکھنے لگا۔ برابر میں لیٹے احمد کا ہلکا قہقہہ فضا میں بلند ہوا۔

کامیاب ہیں وہ لوگ جو مشکلات کی بھٹی میں جل کر کندن ہو جایا کرتے ہیں۔

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUSSION

اجلی صبح، مسکراتے چہرے، رنگ برنگی مسکراہٹیں اور نقاب اوڑھے انسانی وجود زندگی کی روانی میں اپنا حصہ ڈالنے کو تیار تھے۔

اس پر تعیش آفس بلڈنگ میں بھی معمولاتِ زندگی رواں تھے، مختلف میزوں پر روشن کمپیوٹر سکرینز (computer screens) اور ان کے پیچھے سے جھانکتے انسانی سر، فائلز کے انبار کے سامنے سر جھکائے چند ہاتھ جو بڑی تیزی سے حرکت کرتے دکھائی دیتے تھے۔

ایسے میں ہلکے پیازی رنگ کے سوٹ میں ملبوس وہ بھی لیپ ٹاپ سکرین پر نگاہیں گاڑھے، کی بورڈ (keyboard) پر انگلیاں چلاتی اپنے کام میں مصروف نظر آتی تھی۔ میز پر رکھے فون کی تھر تھراہٹ پر اس نے دائیں ہاتھ سے فون کو کندھے اور کان کے درمیان پھنسایا اور ہاتھ دوبارہ کی بورڈ (key board) پر حرکت کرنے لگے۔

"جی سر، فائل تیار ہے۔ پریزنٹیشن میں دو جگہ تبدیلی کرنی تھی وہی کر رہی ہوں۔" دوسری جانب سے پوچھے گئے سوال کا جواب دیتی وہ ہنوز انگلیاں کو متحرک رکھے ہوئے تھی۔

"میٹنگ شروع ہونے میں ایک گھنٹہ باقی ہے۔" شاید اب مقابل کا سوال میٹنگ کے طے شدہ وقت کے متعلق تھا۔

"بہت بہتر، ساڑھے نو بجے میں میٹنگ روم میں پہنچ جاؤں گی۔" اب کہ فون رکھتے اس نے ایک گہرا سانس لیا اور انگلیوں کو مزید تیزی سے چلانے لگی۔

پندرہ منٹ بعد نور نے یو ایس بی (USB) کو لیپ ٹاپ کے ساتھ منسلک کیا، فائل ٹرانسفر کی عبارت پر کلک کرتے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔ ساتھ رکھے پانی کے گلاس کو منہ تک لے جاتے اس کی نگاہیں داخلی دروازے سے اندر آتے وجود کو دیکھتی رک گئیں۔ اسے یہاں کام کرتے تقریباً ڈیڑھ ماہ ہو چکا تھا اور اس تمام عرصے میں شروع کے کم و بیش بیس دن کے بعد یہ بندہ آج اسے دفتر آتا دکھائی دیا تھا۔ سیاہ تھری پیس میں ملبوس وہ بلاشبہ ایک قابل توجہ وجیہہ مرد تھا جس کو باقیوں سے منفرد اس کے ماتھے پر بکھرے بے ترتیب بال بناتے تھے۔

اتنے عرصے میں آج پہلی بار نہ جانے کیوں بلا ارادہ وہ اسے دیکھے گئی۔ اور ان چند لمحوں میں ہی اس نے اندازہ لگا لیا کہ آنے والے کی چال میں روانی مفقود ہے، بظاہر مضبوط دکھائی دیتا یہ مرد قدم زمین پر مضبوطی سے جما کر نہیں رکھتا بلکہ عجلت زدہ بھر بھرے قدم اٹھاتا ہے۔ سٹاف اپنی کرسیوں سے اٹھ کر سلام بجا لاتا دوبارہ اپنے کاموں میں مصروف نظر آتا تھا مگر اب ان کے انداز میں سنجیدگی تھی یوں جیسے گزر جانے والا اپنے پیچھے اپنی ذات کی کوئی چھاپ چھوڑ گیا تھا۔ سر جھٹکتی نور بھی کام کی طرف متوجہ ہوئی۔ چند ہی لمحوں میں وہ فائل سمیٹتی، یو ایس بی (USB) اٹھاتی اپنے کیمین سے باہر تھی۔

راہداری میں چلتی اس لڑکی کی پشت پر سیاہ بال پونی میں مقید لہرا رہے تھے۔ راہداری اب کی بار مضبوط قدموں کی روانی سے مرعوب دکھائی دیتی تھی۔

"اب تو خوشی کا غم ہے نہ غم کی خوشی مجھے
بے حس بنا چکی ہے بہت زندگی مجھے"

میٹنگ روم میں حسب معمول خاموشی تھی، ایسے میں وہاں ابھرتی ایک آواز تمام حاضرین کی توجہ کا مرکز تھی۔ دونوں ہاتھوں کے اشاروں سے پروجیکٹر سکرین کے سامنے کھڑی نور اپنا موقف پیش کر رہی تھی۔ چلتے پھرتے کبھی کبھار پروجیکٹر سکرین پر پڑتی شعاعیں اس کے وجود کو بھی گھیرنے لگتیں تو مختلف حروف اس کے چہرے پر نقش و نگار بنانے لگتے۔

"آئی ہیو ایکسپلنڈ ایچ اینڈ ایوری پوائنٹ ویج وی تھنک وی شد کنسیڈر وائل ورکنگ آن دس
پروجیکٹ، اف اینی کنفیوژن یو می آسک۔ ادروائز وی ال مووٹو دافائل ورڈکٹ"

I have explained each and every point which we think we should consider)
while working on this project, if any confusion you may ask. Otherwise
(.we'll move to the final verdict

(میں نے وہ تمام نکات پیش کر دیے جو ہم نے اس پروجیکٹ کیلئے ضروری سمجھے، اگر کسی کا کوئی سوال
ہو تو وہ پوچھ سکتا ہے۔ ورنہ ہم حتمی فیصلے کے طرف بڑھتے ہیں)"
پروجیکٹر سکرین تاریک کرتی وہ گردن اونچی کرتی گویا ہوئی۔

"تھینکس مس نور، آئی تھنک وی شد ڈسکس دی ایگریمنٹ ڈیٹیلز، یور پریزینٹیشن اینڈ یور ویوز آر ان ڈاؤنڈلی اپریشیٹ ایل"

(Thanks Miss Noor! I think we should discuss the agreement details, your)

(presentation and your views are undoubtedly appreciate able

(شکریہ مس نور! مجھے لگتا ہے ہمیں معاہدے کی ڈیٹیلز پر بات کر لینی چاہیے ہے، بلاشبہ آپ کی پریزینٹیشن اور خیالات قابل تحسین ہیں)"

دائیں طرف کی نشستوں پر بیٹھے وفد کا سربراہ متاثر دکھائی دیتا تھا۔

"مسٹر احف! ہم آپ کے منصوبے کے تمام نکات کو من و عن تسلیم کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک بہترین سوچ کا عکاس ہے۔ ڈیل ڈن؟؟" اب اس شخص کا مخاطب مقابل بیٹھا احف تھا جو بالکل خاموش بیٹھا تھا۔ نور بھی بائیں طرف کے نشستوں میں سے ایک خالی نشست سنبھال چکی تھی۔

اس سے پہلے کہ احف کوئی جواب دیتا اس کے موبائل کی سکرین روشن ہوئی، ہاتھ بڑھا کر فوراً اس نے فون ہاتھ میں تھاما اور اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اٹس ایمپورٹنٹ، آئی ہیو ٹو ٹیک دس کال۔ آئی ویل بھی بیک، جسٹ آ منٹ"

(Its important, I have to take this call. I'll be back, just A minute)

لفظ معذرت خواہ تھے مگر انداز میں وہی سکوت تھا جو اس کی ذات کا خاصہ تھا۔

"جی شیور" جواب سننے سے پہلے ہی وہ قدم باہر کی طرف بڑھا چکا تھا۔

"السلام و علیکم ماں جان" وہی عقیدت بھرا سلام جو وہ ایک ہی شخصیت کو کیا کرتا تھا۔

"کیا بنا احف؟" مقابل کے آواز میں سب کچھ فوراً جان لینے کی عجلت محسوس کی جا سکتی تھی۔

"وہ ہمارے تمام نکات مان کر معاہدہ کرنے کو تیار ہیں، اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟؟" میٹنگ روم کے حالات سے آگاہ کرنے کے فوراً بعد آگے کا لائحہ عمل پوچھا گیا۔

"ایگریمنٹ سائن کر لو احف" اب کہ فون پار سے آنے والی آواز دبی دبی پر جوش معلوم ہوتی تھی۔ "جی بہتر، خدا حافظ" حکم بجا لاتے ہوئے سر اثبات میں ہلاتے اس نے الوداعی کلمات ادا کیے۔ فون ہنوز کان کے ساتھ لگا تھا۔

"ہوں" دوسری جانب سے ہلکا ہنکارا بھرا گیا اور لائن کاٹ دی گئی۔ ایک لمحے کو کسی شدید احساس نے اپنا سر اٹھایا جس کا سر فوری طور پر کچل کر احف نے قدم میٹنگ روم کی طرف بڑھائے۔

"جی وقار صاحب ڈیل ڈن" اپنی نشست سنبھالتے سلسلہ کلام کو وہیں سے جوڑتا وہ فائل کی جانب ہاتھ بڑھا چکا تھا۔

دونوں جانب سے دستخط ہو جانے کے بعد مصافحہ کو ہاتھ بڑھاتے وقار صاحب کے ایک جملے نے اس کے چہرے کے رنگوں پھیکا کر دیا۔

"مسٹر احف! میں چاہوں گا اس پروجیکٹ کر ہیڈ مس نور کریں اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو۔ بلاشبہ ان کی قابلیت ہم دونوں کمپنیز کیلئے فائدہ مند ثابت ہو گی۔"

ان نظر نور کو دیکھتے انہوں نے اپنا جملہ مکمل کیا۔

"شیور" ہلکی آواز میں غائب دماغی سے ادا ہوا لفظ کھوکھلا تھا شدید کھوکھلا۔

قدر اب تک تری تاریخ نے جانی ہی نہیں
تجھ میں شعلے بھی ہیں، اشک فشانی ہی نہیں
تو حقیقت بھی ہے دلچسپ کہانی ہی نہیں
تیری ہستی بھی ہے اک چیز جوانی ہی نہیں
اپنی تاریخ کا عنوان بدلنا ہے تجھے
اٹھ میری جان! میرے ساتھ ہی چلنا ہے تجھے

توڑ کر رسم کے بت بندِ قدامت سے نکل
ضعفِ عشرت سے نکل وہمِ نزاکت سے نکل
نفس کے کھینچے ہوئے حلقہء عظمت سے نکل
قید بن جائے محبت، تو محبت سے نکل
راہ کا خار ہی کیا گل بھی کچلنا ہے تجھے
اٹھ میری جان! میرے ساتھ ہی چلنا ہے تجھے
(کیفی اعظمی)

صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے، سیاہ آبشار کھلی چھوڑے، ٹانگیں انتہائی پرسکون انداز میں س سامنے پڑے میز پر پھیلائے وہ آنکھیں موندے لیٹی ہوئی تھی۔ دونوں بازوؤں کے نیچے گود میں رکھا کشن جس کی سطح پر لکھے سنہری الفاظ بہت واضح تھے:

"آئی کین اینڈ آئی ول"

"I can and I will"

بلاخر ایک تھکا دینے والے دن کا اختتام ہوا تھا اور اب کم از کم ایک گھنٹہ وہ آرام کرنا چاہتی تھی دنیا کے مسائل سے دور کچھ وقت اپنے آپ کو دینا چاہتی تھی۔ دماغ کسی بھی طرح کی سوچ سے خالی کسی آزاد پنچھی کی مانند دور کسی اونچے اندھیر فلک پر محو پرواز تھا۔

"نور مغرب ہونے کو ہے، بتیاں جلا لیتی بچے۔ اندھیرے میں کیوں بیٹھی ہو۔" اسے وہاں بیٹھے نہ جانے کتنے پل بیتے کہ اماں کی آواز نے منجمد سوچوں میں ارتعاش پیدا کیا۔

"ایسے ہی اماں کچھ دیر آرام کرنے کو جی چاہ رہا تھا۔" ایک ہاتھ کو آنکھوں پر رکھتے روشنی کے حملے سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی جانے لگی۔

"میری بہادر بیٹی تھک گئی ہے؟" اس کے بالوں کو سنوارتے صوفے کی پشت پر کھڑی ممتا بھری آواز میں فکر تھی۔

"شاید۔۔۔۔۔! اماں! بہادر بننے کی کوشش کرتی اب میں تھکنے لگی ہوں۔ کبھی کبھی جی چاہتا ہے اب بہادر بننا چھوڑ دوں، بہادر پن کا بوجھ اٹھاتے میرے کندھے دکھنے لگے ہیں۔" آواز میں مایوسی نہیں تھی لیکن محسوس کی جانے والی تھکاوٹ تھی۔

"نور! عورت بہت عجیب چیز ہے۔ یہ جینے کیلئے بہادر بنتی ہے اور یہی بہادری اس کے کندھے تھکا دیتی ہے، بہادری ترک کرنے کے ارادے کرتی ہے اور عین فیصلے کی گھڑی یہ دوبارہ بہادر بننے کا ہی فیصلہ کرتی ہے کیونکہ عورت جانتی ہے کہ اس کا واحد سہارا بہادری ہے۔

بچے! جو عورت بہادر نہیں ہوتی وہ مرد کیلئے "صنفِ نازک" ہوتی ہے اور صنفِ نازک کو دنیا کچل دیتی ہے، کسی باریک چوٹی کی طرح مسل کر رکھ دیتی ہے۔ فیصلہ تمہیں کرنا ہے تھک کر دوبارہ اٹھنا ہے یا دنیا کو یہ اختیار دینا ہے کہ تمہیں کچل دے۔" وہ ہمیشہ ایسا ہی کرتی تھیں، فیصلے کا اختیار اولاد کو تھماتی ایک طرف ہو جایا کرتی تھیں لیکن بچوں کو سوچنے کے کئی زاویے نہایت خاموشی سے تھما جایا کرتی تھیں۔

"شکریہ اماں" کندھے پر دھرے ماں کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتی نور نے کندھوں سے کوئی بوجھ اترتا محسوس کیا۔ ایک آنسو اس کی آنکھ سے لڑھک کر بے مول ہو گیا۔

اماں نے جھک کر نور کی روشن پیشانی چومی اور اس لڑھکتے آنسو کو دیکھ کر بھی نظر انداز کر دیا۔ ملیجہ بیگم کا شمار ان ماؤں میں ہوتا تھا جو اولاد کے بہتے آنسو پونچھنے کی بجائے اولاد کو یہ حوصلہ تھمانے کی قائل تھیں کہ تم اپنے آنسو خود پونچھ ڈالو کیونکہ سہاروں کے طلب گار بیساکھیوں کی امید لیے اپنے قدموں پر زور ڈالنے کی کوشش کبھی کر ہی نہیں پاتے۔ وہ ماں اولاد کو جینے کے ڈھنگ سیکھانے کے

اب دیکھنا یہ تھا کہ کیا واقعی تربیت کے رنگ اپنا آپ منوالیں گے یا زمانے کی چلتی ہوئیں ان رنگوں کو مدھم کر دینے پر قادر ہیں۔۔۔۔۔

تو فلاطون و ارسطو ہے، تو زہرہ پروین
تیرے قبضے میں ہے گردوں تری ٹھوکر میں زمیں
ہاں اٹھا جلد اٹھا، پائے مقدر سے جبین
میں بھی رکنے کا نہیں تو بھی رکنے کا نہیں
لڑکھڑائے گی کہاں تک کہ سنبھلنا ہے تجھے
اٹھ میری جان! میرے ساتھ ہی چلنا ہے تجھے
(کیفی اعظمی)

کھانے کی اشتہا انگیز خوشبو فضا میں بکھری تھی۔ چکن کڑاہی کے ساتھ بیف پلاؤ کے ڈش میز پر دھری تھی۔ اپنی پلیٹ میں چیچ چلاتا وہ سر جھکائے ایک خاموش سامع کا کردار ادا کر رہا تھا۔
 "تمہیں بہت مبارک ہو بالآخر ہم نے اس سال کا سب سے بڑا پروجیکٹ حاصل کر ہی لیا وہ بھی اپنی شرائط اور اپنی پیش کیے تمام نکات کی منظوری کر ساتھ۔ آئی مسٹ سے اٹ از آبگ اچیومنٹ
 "(I must say it is a big achievement)

دائیں ہاتھ میں گلاس تھامے وہ مسلسل بولتی دکھائی دے رہی تھیں۔
 "اٹ ڈیفینیٹلی از..... اینڈ کریڈٹ گوز ٹو یو ماں جان، ایز آلویز دوز کلاز ور کڈ وچ ور ایڈڈ بے یو
 It definitely is.... and credit goes to you Maa Jan! As always those clauses)
 (worked which were added by you

(واقعی ایسا ہے اور اس کا سہرا آپ کے سر جاتا ہے ماں جان! ہمیشہ کی طرح آپ کے ڈالے گئی
 نکات بہترین ثابت ہوئے)"
 چاول کا چیچ پلیٹ میں رکھے نہایت فرصت سے کیا گیا۔
 "آف کورس اٹ واز می، ادر وائز اٹ کڈ بی ہارڈ فار یو ٹو گٹ اٹ-----بٹ لٹ می ایڈ دیٹ دس
 ٹائم دیٹ گرل نور ڈٹ آلات ایز ویل، شی از پرفیکٹ"

Of course it was me, otherwise it would be hard for you to get it..... but let)
 (me add that this time that girl Noor did a lot as well, She is perfect

احنف کا چہرہ پل بھر میں تاریک پڑا، شدید تاریکی یوں جیسے ہر رنگ نچوڑ لیا گیا ہو۔ اس کے چہرے کو بغور دیکھتی ماں جان کی آنکھوں میں کوئی بے معنی سا تاثر تھا، فکر مند چہرہ، سرد نگاہیں، کامیابی پر مسکراتے لب۔۔۔۔۔۔ یہ تاثر دیکھنے والے کو چونکنے پر مجبور ضرور کر دیتا۔ مگر جھکے سر کے ساتھ پلیٹ کر کنارے کو گھورتے وہاں موجود واحد وجود میں اس تاثر کو دیکھنے کی ہمت مفقود تھی۔

"جی، جی کھا رہا ہوں" پانی کا گلاس منہ تک لے جاتے تسلی کروائی گئی۔
 "آپ کھائیں، پلاؤ دوں آپ کو" اب کہ اس کی توجہ کا مرکز ماں جان کی پلیٹ تھی جس کو وقتاً فوقتاً
 بھرتے رہنا اس کی پختہ عادات میں سے ایک عادت تھی۔

"کوئی موسم بھی رہائی نہیں دیتا ہم کو

رُت بدلتی ہے تو زنجیر بدل جاتی ہے"

"بٹ لٹ می ایڈ دیٹ دس ٹائم دیٹ گرل نور ڈٹ آلات ایز ویل، شی از پرنیکٹ"

"مسٹر احنف! میں چاہوں گا اس پروجیکٹ کر ہیڈ مس نور کریں اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو۔ بلاشبہ ان کی قابلیت ہم دونوں کمپنیز کیلئے فائدہ مند ثابت ہوگی۔"

"تھینکس مس نور، آئی تھنک وی شد ڈسکس دی ایگریمنٹ ڈیٹیلز، یور پریزینٹیشن اینڈ یور ویوز آر ان ڈاؤنڈلی اپریشیٹ ایبل"

سرگھٹنوں میں چھپائے وہ ہلکا ہلکا لرز رہا تھا۔ دبیز خاموشی کی چادر میں لپٹے اس کمرے میں بیڈ کے دائیں جانب زمین پر وہ وجود دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے یوں بیٹھا تھا جیسے وہ اپنی ارد گرد گونجتی آوازوں سے چھٹکارا پانا چاہتا ہو۔ دن کے مختلف اوقات میں سنے جملے اس کے ذہن کی دیواروں پر ہتھوڑے کی مانند بج رہے تھے۔ کہنے والوں نے ایک قابل لڑکی کی قابلیت کا اعتراف کرتے نہایت سادہ جملوں میں اس کی تعریف کی تھی، وہی لڑکی جس کی قابلیت سے وہ خود مرعوب تھا۔ مگر ہائے یہ دماغ جو ان جملوں کو تازیانہ سمجھ کر خود کو خود ہی زخمی کرتا جا رہا تھا۔

مجھ پر بند ہیں۔۔!

دیکھنا۔۔ حدِ نظر سے آگے بڑھ کر دیکھنا بھی جرم ہے۔۔

سوچنا۔۔ اپنے عقیدوں اور یقینوں سے نکل کر سوچنا بھی جرم ہے۔۔

آسمان در آسمان

اسرار کی پر تیں ہٹا کر جھانکنا بھی جرم ہے۔۔

کیوں بھی کہنا جرم ہے۔۔

کیسے بھی کہنا جرم ہے۔۔

سانس لینے کی تو آزادی میسر ہے مگر،

زندہ رہنے کے لئے کچھ اور بھی درکار ہے۔۔

اور اس "کچھ اور" کا تذکرہ بھی جرم ہے۔۔

اے ہنرمندانِ سیاست و آئین۔۔!

اے خداوندانِ ایوانِ عقائد۔۔!

زندگی کے نام پر بس اک عنایت چاہئے۔۔

مجھے ان سارے جرائم کی اجازت چاہئے۔۔!!

احمد ندیم قاسمی

"ہمدانی صاحب آپ بات کو سمجھیں، میں نے آپ کو کل ہی بتا دیا تھا کہ مجھے آج ہال فلیو چاہیے ہے۔ اب مجھے نکلنا ہے اور آپ یہ فائل مجھے دے رہے ہیں۔" دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوتے اخف نے اس کے آخری الفاظ سنے تھے۔

"السلام و علیکم سر" ہمدانی صاحب رخ اس کی جانب موڑتے جھٹ سلام بجالائے۔ سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیتے وہ سربراہی کرسی سنبھال چکا تھا۔ آبرو سوالیہ انداز میں اچکاتے ہمدانی صاحب کو بولنے کا اشارہ دیا گیا۔

"سر میم نور کو چھٹی چاہیے ہے لیکن مسز ماجد نے یہ فائل آج ہی فائل کر کے بھجوانے کا بولا ہے۔" مدعا پیش کیا گیا۔ اب کی بار نظروں کا زاویہ نور کی طرف موڑا گیا۔

"ہمدانی صاحب کو کل بتا دیا تھا مجھے آج ادھی چھٹی چاہیے۔ آئی ہیو ٹو وزٹ دا ڈاکٹر اینڈ آئی کانٹ ڈیلے دس اپائنٹمنٹ"

(I've to visit the doctor and I can't delay this appointment)

(مجھے ڈاکٹر کے پاس جانا ہے اور میں یہ چھوڑ نہیں سکتی)" انداز دو ٹوک تھا۔

"ہمدانی صاحب کال ماں جان

"(Hamdani Shb Call Maa Jan)

چند جملے اور بات ختم۔

"اف نجانے کیسے یہ بندہ محظ چند الفاظ بولے سارا دن گزار لیتا ہے" ہمدانی صاحب کو کال پر مصروف پا کر نور کی سوچوں نے احنف کی کم گوئی کو اپنا شکار بنایا۔
 "آپ جاسکتی ہیں مس نور، لیکن کل صبح دس بجے یہ فائل میم کو اپنے سامنے مکمل چاہیے۔ آپ چاہیں تو یہ ساتھ لے جائیں" فائل نور کی جانب بڑھاتے کال پر موصول ہوئے احکامات کو بھی مقابل کے گوش گزار کیا گیا۔

"اوکے، شد آئی لیو ناؤ"

(?Okay, should I leave now)

سوالیہ جملہ انتہائی غیر سوالیہ انداز میں ادا کرتے اب وہ احنف کی جانب مڑی۔ آبرو سوالیہ انداز میں سکیڑے، مقابل کا سر اثبات میں ہلتا پا کر اپنے قدم دروازے کی جانب بڑھا لیے۔
 "چل نور بیٹا بھاگ" دفتر سے باہر نکلتے فون پر وقت دیکھتے اس نے خود کلامی کی اور قدموں کی رفتار دوگنا بڑھالی، طے شدہ وقت میں تاخیر اس کو شدید ناپسند تھا۔

"بے تعلق ہی ہم تو اچھے تھے
 اس تعلق نے اور خوار کیا

سچ تو یہ ہے کہ دیدہ و دل کو
مفت ہی میں گناہ گار کیا

ہو گیا اک سکون سا حاصل
جب گریباں کو تار تار کیا

ہو سکا جب نہ اور کچھ ہم سے
شیوہء صبر، اختیار کیا

کب کیا آپ ہی نے کوئی کرم
جب کیا دل پہ ایک وار کیا

"احمد اٹھ" ڈھیلی ڈھالی ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس وہ شخص برابر کے بستر پر لیٹے وجود کو جھنجھوڑ رہا تھا۔
"احمد اٹھ جا، ہمیں دیر ہو جائے گی" وہ شاید خود بھی ابھی جاگا تھا اس کی آواز میں نیند کے بعد کا
بھاری پن موجود تھا۔

"ابے اٹھ جیار" اب کی جھنجھلاہٹ حد سے سوا ہوئی تو اس نے مقابل کے سر کے نیچے سے تکیہ کھینچ
لیا۔

"یہ رات اپنے سیاہ پنجنوں کو جس قدر بھی دراز کر لے
میں تیرگی کا غبار بن کر نہیں جیوں گا
میں جانتا ہوں کہ میری کم تاب
روشنی سے سحر نہ ہو گی
مگر میں پھر بھی سیاہ شب کا
غبار بن کر نہیں جیوں گا
کرن ہو کتنی نحیف لیکن کرن ہے پھر بھی
وہ ترجمان ہے کہ روشنی کا وجود زندہ ہے
اور جب تک
یہ روشنی کا وجود زندہ ہے رات اپنے
سیاہ پنجنوں کو جس قدر بھی دراز کر لے
کہیں سے سورج نکل پڑے گا"

"نور تم نے عباس کی بنائی پینٹنگ دیکھی؟" سینٹرل ٹیبل کی دوسری جانب موجود درمیانی عمر کی وہ
نفیس خاتون ہاتھوں میں چند صفحات تھامے محو سوال تھیں۔
"نہیں، کیا ابھی عباس نے کچھ پینٹ کیا؟؟؟"

عباس مجھے اکثر حیران کر دیتا ہے "ہاتھ بڑھاتے نور نے وہ صفحات تھام لیے جو اس کی جانب بڑھائے گئے تھے۔

"عباس کے زیر استعمال رنگوں میں اب زندگی کی جھلک ملتی ہے۔ سیاہ سفید اور سرمئی (grey) سے نکل کر اب دوسرے رنگ استعمال کرتے وہ جھجکتا نہیں ہے۔" جملہ جوڑتے وضاحت دی گئی۔

"اس کے آرٹ ٹیچر کا بھی یہی خیال ہے۔" نور کی جانب سے تصدیق کی گئی۔

"آج اس کو پینٹ کرتے جیسے وہ مختلف رنگوں کا استعمال بغیر کسی جھجک کے کر رہا تھا وہیں معمول سے لمبے جملے بولتا وہ با اعتماد تھا۔" نور کے ہاتھ میں موجود صفحات کی طرف اشارہ کرتے آج کی قابل ذکر پیش رفت سے آگاہ کیا گیا۔

"اور آپ کے نزدیک یہ علامات خوش آئند ہیں؟" ہاتھ میں موجود صفحات کو ایک نظر دیکھتے سوال پوچھا گیا۔

"بالکل، ایسا ہی ہے۔ لیکن ایک چیز ابھی بھی ایسی موجود ہے جو بالکل پہلے جیسی ہے۔" پر سوچ انداز بولے گئے الفاظ کے ساتھ ہی پینٹ شدہ صفحات کی جانب ہاتھ بڑھایا گیا۔

صفحات مقابل کے ہاتھ میں منتقل کرتے نور نے آبرو سوالیہ انداز میں اچکائے۔

"بلیو کلر۔۔۔۔۔عباس اپنی پینٹنگ میں نیلا رنگ بالکل استعمال نہیں کرتا" مختلف صفحات ایک ترتیب سے درمیان میں رکھے میز پر بچھاتے ہوئے جواب دیا گیا۔

"اور آپ کے مطابق اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟" ان تمام صفحات پر نظر دوڑاتے پوچھا گیا۔

"کیونکہ اس کی ذہن میں اب بھی ایسے سوالات یا ایسی باتیں موجود ہیں جو اس کو تنگ کرتی ہیں۔ ذہن پر سکون نہیں ہو پارہا اس کا، زندگی کو جینے اور مختلف زاویوں سے دیکھنے کی کوشش کے باوجود وہ مکمل سکون حاصل کرنے میں ابھی تک ناکام رہا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ وہ اس رنگ کو دیکھتے رہنے کے باوجود اس کا استعمال نہیں کرتا۔" نور کی نظروں کے تعاقب میں ان صفحات کو بغور دیکھتے وجوہات بیان کی گئیں۔

"وہ سمندر پینٹ نہیں کرتا، نیلا آسمان نہیں بناتا، لیکن ایک پلس پوائنٹ بھی موجود ہے، یہ دیکھو اس تصویر میں آسمان بنایا گیا ہے مگر سرخی بھرا آسمان جس کے کنارے مختلف ہیں، سرخی کو خود میں جذب کرتی سفیدی جس کے پیچھے دھند ہے۔" ایک پینٹ کی گئی تصویر پر ہاتھ رکھتے اشارہ کیا گیا۔ "اس دھند کے چھٹنے کا انتظار باقی ہے، مجھے یقین ہے یہاں سے نیلا ہٹ پھوٹے گی اور عباس یہ کر لے گا۔" تصویر کی ایک جانب دھندلی سطح کی پہلی اگلی سے چھوتے وہ پر امید تھیں، ان کے لہجے سے چھلکتے یقین کو دیکھتے نور نے ایک پر سکون سانس خارج کی اور زیر لب کچھ کلمات ادا کیے جو بلاشبہ شکر کے کلمات تھے۔

چند لمحے بعد عباس کا ہاتھ تھامے وہ ایک عمارت سے باہر نکلتی دکھائی دیتی تھی۔ عباس کی کمر پر ایک چھوٹا سا بیگ پیک بندھا تھا اس کا سٹرپ دوسرے ہاتھ سے تھامے وہ بہن کی کسی بات پر زور و شور سے سر ہلاتا اب جواب دینے کو لب واکرتا دیکھا جاسکتا تھا۔ دور دو آنکھوں نے یہ منظر حیرت سے دیکھا تھا، یہ عجیب تھا بہت عجیب یا شاید ناقابل فہم، کم از کم ان دو آنکھوں کیلئے تو ایسا ہی تھا۔ ان دونوں کے منظر سے غائب ہوتے ہی ان حیرت زدہ نظروں کا زاویہ عمارت کے اوپر لگے اس بورڈ کی

جانب مڑا جس کو سورج کی ڈوبتی کرنوں نے مزید روشن بنا دیا تھا۔ اس بورڈ پر درج واحد تعارف یوں تھا:

Dr. Sibgha Kamal Pasha"

"Psychiatrist

"(specialized in Child psychology)

جاری ہے

